بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہم انصاری نے یہ ناول(اگراور جیتے رہتے از ماہم انصاری)صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (اگراور جیتے رہتے از ماہم انصاری) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ:نیوایرا میگزین

وہ کوشش کے باوجود پاکستان نہیں جا سکا تھا۔چند بہت اہم میٹنگس تھیں جنہیں وہ کینسل نہیں کر سکتا تھا مگر پھر بھی وہ انہیں کینسل کرنے کا سوچ چکا تھا۔اس کے پاکستان جانے میں رکاوٹ فلائٹ نا مل سکنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔آج کیا اگلے دو دنوں تک بھی پاکستان جانے والی کسی فلائٹ میں اسے سیٹ نا مل سکی۔وہ بری طرح پریشان بیٹھا تھا جب ایک دفعہ پھر اس کا فون بج اٹھا۔

"ہیلو!"اس نے نام دیکھے بغیر کال رسیو کر کے فون کان سے لگا لیا۔اس وقت وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا تھا۔باہر ایک بار پھر برف باری شروع ہو چکی تھی۔

"ہیلو فائز!میں زویا بات کر رہی ہوں"زویا نے اپنا تعارف کروایا حالانکہ وہ اس کی آواز پہچان گیا تھا۔

"اماں کیسی ہیں زویا؟"اس نے چھوٹتے ہی استفسار کیا۔

"پہلے سے بہتر ہیں۔ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ کوئی خطرے والی بات نہیں ہے۔ابھی میری ڈاکٹر سے تفصیلی بات نہیں ہوئی ہے۔مجھے آپ سے پوچھنا تھا کہ آپ کب تک پہنچ

جائیں گے؟" فائز کو پہلے کی بنسبت وہ قدرے پر سکون محسوس ہوئی۔ یہ زویا کا انداز ہی تھا جس نے اس کی پریشانی کو بھی کم کیا تھا۔

"میں نہیں آسکوں گا" یہ کہتے ہوئے وہ جانتا تھا کہ وہ ایک بار پھر پریشان ہو جائے گی۔
"مگر کیوں؟ آپ نے تو کہا تھا کہ کچھ دیر تک آپ پہنچ جائیں گے؟" اس کے اندازے کے مطابق وہ فوراپریشان ہو گئی تھی۔

"ہاں میں نے کہا تو تھا مگر مجھے کوئی فلائٹ خالی نہیں ملی۔ آج کیا اگلے دو دنوں تک بھی کوئی جگہ نہیں ہے" وہ خود بھی اپنے نا پہنچ پانے پر بہت پریشان تھا۔

"میں اکیلی کس طرح ہینڈل کروں گی سب؟" اسپیکر سے زویا کی پریشان آواز ابھری۔
"تم کر سکتی ہو۔ ایسا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ڈاکٹر سے ملو۔ ان سے تفصیل جاننے کے بعد مجھے اطلاع کرنا اور اماں کا ڈائٹ چارٹ بھی بنوا لو۔ اس کے علاوہ انہیں کچھ نا دینا۔ دواؤں کا خاص خیال رکھنا۔ میں حامد سے کہے دیتا ہوں کہ ہمہ وقت تمہارے ساتھ رہے۔ کوئی بھی پریشانی ہو حامد سے کہہ دینا یا پھر مجھے کال کر لینا۔ اس ہسپتال میں ڈاکٹر

بابر سے میری کافی اچھی سلام دعا ہے۔ تمہیں وہاں کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا" وہ نرم انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔ زویا خاموشی سے اس کی ہدایات سنتی رہی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں نے کبھی اس طرح کے حالات کا سامنا نہیں کیا" وہ بے بسی سے گویا ہوئی۔

"زویا! خوف صرف انسان کو کمزور کرتا ہے۔ یہ انسان کو وہ کرنے کے قابل بھی نہیں چھوڑتا جو کرنے کی صلاحیت اس انسان میں موجود ہوتی ہے۔ خود کو اس خوف کی گرفت میں نا آنے دو بلکہ خود کو باور کرواتی رہو کہ تم کر سکتی ہو۔ انسان اپنی غلطیوں سے ہی سیکھتا ہے۔ غلطیاں ہوں بھی تو گھبرانا نہیں بلکہ ان پر قابو پانے کی کوشش کرنا۔ سمجھ رہی ہو نا؟" بات کرتے کرتے فائز کو اس کی خاموشی کا احساس ہوا تو سوال کر ڈالا۔

"یہاں اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی تو شاید اسے سدھارنے کا موقعہ تک نا ملے" وہ ہنوز اسی انداز میں گویا ہوئی۔

"ایسا مت سوچو۔ تم کوئی غلطی نہیں کرو گی۔ حامد تمہارے ساتھ رہے گا۔ حماد کو بھی فارغ وقت میں اپنے ساتھ رکھنا۔ ڈاکٹر سے بات کرو اور معلوم کرو کب تک ڈسچارج کر دیں گے" فائزا سے تسلی دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کوشش کریں کہ کسی طرح آجائیں" آخر میں وہ پھر وہی بات کہہ رہی تھی۔ فائز نے بے اختیار ایک گہری سانس لی۔

"اوکے۔ اماں کا خیال رکھنا" فائز نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر فون بند کر دیا۔

****

دو دن بعد وہ پاکستان پہنچا تھا اور پاکستان پہنچتے ہی وہ سیدھا ہسپتال چلا آیا۔ اماں سے ملنے کے بعد اب وہ ڈاکٹر کے کمرے میں بیٹھا ان کی بات سن رہا تھا۔

"دیکھو فائز! سوتے ہوئے ان کا چیخنا چلانا عجیب نہیں ہے۔ تم نے جو کچھ بتایا اس سے تو یہی لگتا ہے کہ اس کی وجہ ڈپریشن ہے۔ تم چاہتے تھے اس لیے ہم نے اب تک انہیں یہاں رکھا حالانکہ یہ اب بالکل ٹھیک ہیں" ڈاکٹر بابر دھیمے لہجے میں کہہ رہے تھے جبکہ فائز بالکل خاموش بیٹھا تھا۔ جیسے اس کے پاس کچھ کہنے کو تھا ہی نہیں۔

"ایسا تو نہیں ہے کہ کبھی انہیں سر میں کوئی چوٹ وغیرہ لگی ہو؟" کچھ دیر کے وقفے کے بعد ڈاکٹر بابر نے سوال کیا۔ فائز نے سر اٹھا کر ان کا چہرہ دیکھا۔اس کے سینے سے ایک تھکی ہوئی گہری سانس خارج ہوئی۔ڈاکٹر بابر نا صرف اس ہسپتال کے سینئر ڈاکٹر تھے بلکہ اس کے حلقہ احباب میں بھی ان کا شمار ہوتا تھا۔

"ایسا تو کبھی نہیں ہوا" اس نے سر کو نفی کے انداز میں جنبش دی۔کچھ دن پہلے اس نے بھی اماں سے یہی سوال کیا تھا۔اسے ڈر تھا کہیں کسی ایکسڈنٹ کی وجہ سے ان کا ذہن ٹھیک طرح سے کام کرنا بند ہو گیا ہو۔آخر وہ اپنی بیٹی کا چہرہ کس طرح بھول سکتی تھیں؟

"خیر۔میں نے ان کا کیس اسٹڈی کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ ایمنیشیا کی کوئی قسم ہے۔یہ disociative amnesia ہو سکتا ہے یا ٹرانسائنٹ گلوبل ایمنیشیا بھی ہو سکتا ہے۔اس کے کچھ خاص قسم کے ٹیسٹ ہوتے ہیں جو میں کچھ دیر میں کروں گا۔اگر تم نے ان کی دماغی حالت سے ہمیں پہلے آگاہ کیا ہوتا تو پہلے ہی ہم

New Era Magazine

تمام ٹیسٹنگ کر لیتے" انہوں نے اپنے سامنے پڑی فائل بند کرتے ہوئے اسے مزید تفصیلات سے آگاہ کیا۔

"اس بیماری کا علاج کیا ہے؟" اسے اپنی آواز بہت دور سے آتی محسوس ہوئی۔اماں کا علاج کروانے کا فیصلہ کرنا آسان نہیں تھا۔اس طرح وہ خود مصیبت میں پھنس جاتا مگر وہ جو سوچ چکا تھا اب اس سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔

"ہم پہلے ٹیسٹ کریں گے اس کے بعد ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ویسے اس طرح کی بیماری کے لیے کسی سائیکاٹرسٹ سے رجوع کرنا زیادہ بہتر ہو گا۔کچھ تھیراپیز ہوتی ہیں جن کے ذریعے مریض کی دماغی حالت کو پہلی حالت میں لایا جا سکتا ہے" وہ اپنا چشمہ آنکھوں پر جماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔فائز بھی ان کے ساتھ ہی باہر آیا تھا۔
"آج شام تم فری ہو تو ساتھ کافی پئیں؟" اس کے ساتھ چلتے ہوئے انہوں نے آفر کی۔
"نہیں شکریہ۔اماں کی حالت سے تو تم واقف ہی ہو اور بزنس کے بھی کچھ اشوز ہیں جن کی وجہ سے الجھا ہوا ہوں۔پھر ملتے ہیں" ایک زبردستی کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آن ٹھہری۔

"چلو پھر جیسے تم مناسب سمجھو" انہوں نے اسرار نہیں کیا تھا۔ پھر وہ فائزہ سے مصافحہ کر کے آگے بڑھ گئے۔ وہ بھی واپس اماں کے روم کی سمت چل دیا۔ ان کو ڈسچارج کیا جا چکا تھا۔ ان کے ساتھ اسے گھر جانا تھا۔ ان کے کمرے کی سمت بڑھتے ہوئے اس کے ذہن میں چند دنوں پہلے کی شام کا منظر گھوم گیا۔ تیزی سے بڑھتے اس کے قدم سست پڑ گئے۔ اماں اور زویا کو ڈرائیور کے ساتھ بھیج کر وہ دوبارہ ائرپورٹ کی سمت بڑھ گیا۔

اسے زویا سے کیا گیا اپنا وعدہ یاد تھا۔

****

"آپ کہاں ہیں؟ میں کب سے آپ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر آپ کا نمبر بند جا رہا تھا۔ اماں اتنی دفعہ آپ کا پوچھ چکی ہیں" وہ پاکستان ائرپورٹ پر تھا جب اس کے فون کی اسکرین زویا کے نام سے چمکنے لگی۔ اس کے کال رسیو کرتے ہی زویا نے استفسار کیا۔

"اماں ٹھیک ہیں؟" وہ تھکے تھکے انداز میں گویا ہوا۔ شاید زندگی کی دوڑ نے اسے تھکا دیا تھا حالانکہ ابھی ایک لمبا سفر باقی تھا۔

"اماں ٹھیک ہیں۔ میں نے انہیں کھانا کھلا دیا تھا۔ اب وہ آرام کر رہی ہیں۔ ضد کر رہی تھیں کہ تمہارے ساتھ کھانا کھائیں گی مگر میں نے کہا انہیں زیادہ دیر رات تک جاگنا نہیں چاہیئے" زویا نے پوری تفصیل اس کے گوش گزار کی۔

"اچھا کیا۔ دیر رات تک جاگنا ان کی صحت کے لیے مضر ثابت ہو سکتا ہے" اس نے آس پاس موجود لوگوں کے رش کو دیکھا۔ کاش ان میں سے کوئی ایک اس کی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا۔

"آپ کہاں ہیں اور کب تک آ جائیں گے؟" وہ دوبارہ اپنا سوال دہرا رہی تھی۔

"میں لندن واپس جا رہا ہوں" ایک گہرا سانس فائز کے سینے سے خارج ہوا۔

"کیا؟" وہ بری طرح حیران ہوئی تھی۔

"آدھے گھنٹے بعد فلائٹ ہے میری" فائز نے کلائی پر موجود گھڑی میں وقت دیکھا۔

"مگر آپ آج ہی تو آئے ہیں؟اور آپ نے بتایا بھی نہیں؟ایسے کیسے جا سکتے ہیں آپ؟" وہ استفسار کر رہی تھی۔

"میں نے وعدہ کیا تھا تم سے کہ جب تک تم یہاں ہو میں لندن میں رہوں گا اور فائز وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا"

"دیکھیں! میں نے آپ سے ایسا کوئی وعدہ نہیں لیا تھا اور پلیز آپ ایسے کسی الٹے سیدھے وعدے کے پابند نہیں ہیں۔ یہ آپ کا گھر ہے۔ آپ اس طرح کیسے کر سکتے ہیں؟اماں کا سوچا ہے؟ وہ کتنی دفعہ آپ کا پوچھ چکی ہیں۔ دیکھیں! آپ لندن سے روز روز تو نہیں آ سکتے نا؟اب آئے ہیں تو ہسپتال سے ہی واپس جا رہے ہیں؟" زویا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اسے کس طرح روکے۔

"اماں کو تم سنبھال لینا۔ میں فون بند کر رہا ہوں" فائز کا جواب سن کر اس کا دل چاہا وہ فون سے نکل کر خود ہی فائز کو گھر لے آئے۔ یہ اس کے لیے نہایت ناقابل قبول تھا کہ

New Era Magazine

وہ بغیر گھر آئے واپس جا رہا تھا۔دوسری سمت سے رابطہ منقطع کیا جا چکا تھا۔اس نے فون بند کر کے میز پر رکھا اور میز پر سجی ڈشز کو دیکھا جو اس نے اتنی محنت سے صرف فائز کے لیے تیار کی تھیں۔یک لخت ہی ڈھیروں اداسی شام کے گہرے سایوں کی طرح اس کے دل پر اترنے لگی تھی۔پل بھر میں ہی دل کا سکون برباد ہوا تھا۔

"آخر مجھے ہو کیا رہا ہے؟ نہیں آ رہے تو نا آئیں۔میں کیوں اس قدر اداس ہو رہی ہوں؟"اس نے خود سے سوال کیا مگر جواب میں خاموشی کے سوا کچھ نا ملا۔

"اس قدر محنت سے میں نے بریانی بنائی تھی" دھیان بھٹک کر پھر وہیں جا پہنچا۔دکھ کی شدت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔دل اچاٹ ہو چکا تھا۔بجھے دل کے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔اسی پل مخصوص ہارن کی آواز کھڑکیوں سے ہوتی ہوئی اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔اس نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا۔دل خوش فہم امیدیں وابستہ کرنے لگا تھا۔وہ تیز قدموں سے ڈائننگ روم کے دروازے کی سمت بڑھی۔فائز لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہا تھا۔اس پل زویا نے محسوس کیا کہ کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک کیسے ہوتا ہے۔

New Era Magazine

"آپ؟آپ تو۔۔۔۔؟"وہ حیرت کی تصویر بنی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"میرا پلین مس ہو گیا"وہ کافی تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"پلین مس ہو گیا؟آپ تو ائیر پورٹ پر ہی تھے؟"زویا کی حیرت میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔

"اصل میں میری طبیعت کم ٹھیک ہے۔سر میں شدید درد تھا تو میں نے دوا لے کر گھر آنے کا سوچا اور تم نے بھی فون کیا تھا تو میں نے سوچا کہ اماں سے مل کر کل واپس چلا جاتا ہوں"اب وہ اسے کیا بتاتا کہ وہ موجود تو وہیں تھا مگر یادوں کا سفر طے کرتے ہوئے کب اتنی دور نکل گیا کہ اسے آس پاس کا ہوش ہی نا رہا اور جب حال میں واپس لوٹا تو پلین کے ساتھ ساتھ بہت کچھ کھو چکا تھا۔

"اچھا چلیں کھانا تیار ہے ڈنر کر لیں"فائز کا اس طرح واپس پلٹ آنا اسے خوش فہمی میں مبتلا کر گیا تھا۔

New Era Magazine

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔ تم کھالو۔ میں بس اب آرام کروں گا" فائزا اپنی بات کہہ کر رکا نہیں بلکہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا۔ وہ اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑی اس کی پشت دیکھے گئی۔ کچھ دیر پہلے والی خوش فہمی ہوا ہو چکی تھی۔

"دل بھی عجیب شے ہے نا؟ کب کہاں کس پر آنا ہے کچھ نہیں سوچتا۔ بس کبھی بھی، کہیں بھی دغا دے جاتا ہے۔ یہ سوچے بنا کہ جس شخص کے لیے وہ دھڑکنے لگا ہے وہ اس کو کس قدر اذیت پہنچا سکتا ہے اور پھر وہ شخص اسے کتنا ہی دکھ کیوں نا دے اسی ایک کے لیے دھڑکے جاتا ہے، دھڑکے جاتا ہے" اس کے کانوں میں سعدیہ کی آواز گونجی تھی۔ وہ اس وقت کس قدر ہنسی تھی سعدیہ پر۔

"کیا بات کرتی ہو تم؟ دل ہماری ملکیت ہے۔ ہماری مرضی کے بغیر کیسے کسی اور کے لیے دھڑک سکتا ہے بغیر اپنا سوچے؟" اس نے سعدیہ کی بات سے شدید اختلاف کیا تھا۔

"یہی ہوتا ہے میری جان! جب اس دل میں کسی کے لیے محبت پیدا ہو جائے نا تو یہ ہمیں اسی طرح بے بس کر دیتا ہے۔ پھر وہ شخص ہمیں کتنی ہی اذیت کیوں نا دے ہم

اسے چاہنا ترک نہیں کر پاتے۔ محبت ہمارے بس سے بہت آگے کی چیز ہے۔ جب تمہیں ہو گی تب معلوم ہو گا" اس وقت تو سعدیہ کے الفاظ نے زویا پر کوئی اثر نہیں کیا تھا مگر آج اس کا ایک ایک لفظ زویا کو ساکت کر رہا تھا۔ اس کا دل رک رک کر دھڑکنے لگا تھا۔

"تو کیا مجھے محبت ہو رہی ہے؟" فائز کب کا سیڑھیاں چڑھ کے اپنے کمرے میں جا چکا تھا جبکہ وہ اب تک اسی جگہ ساکت کھڑی تھی۔

"تو کیا میں بھی بے بس ہو رہی ہوں؟" اسے لگا جیسے وہ گہرے سمندر میں ڈوب رہی ہو اور اس قابل بھی نا ہو کہ ہاتھ پاؤں مار سکے۔

"تو کیا مجھ پر بھی یہ لمحہ آ چکا ہے؟" وہ ساکت کھڑی سوچے جا رہی تھی۔

****

(جاری ہے)

****

نوٹ

اگر اور جیتے رہتے پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine